

کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر بتائے کوئی ایسی چیز پیچھے جس میں کسی نقص کے ہونے کا اس کو علم ہو۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

خطبہ صدارت! حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

بموقع اجلاس تاسیسی مسلم نیشنل یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۰ء
مرسلہ: مولانا محمد عابد

پس منظر

”برطانیہ نے بیسویں صدی کے شروع میں خلافت عثمانیہ ترکی کو کمزور اور پھر ختم کرنے کی خوفناک سازشیں شروع کر دی تھیں، جب اس کے آثار بد ظاہر ہونا شروع ہوئے تو متحدہ ہندوستان میں خلافت کی حمایت میں تحریک خلافت اور اس کو موثر بنانے کے لیے انگریزوں کے خلاف تحریک ترک موالات شروع ہوئی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جون ۱۹۲۰ء میں جب مالٹا کی اسارت سے رہا ہو کر ہندوستان پہنچے تو آپ نے اس تحریک کی حمایت میں فتویٰ دیا، فتویٰ نقش حیات جلد دوم صفحہ نمبر: ۶۷ پر ہے، انہی ایام میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر خلافت کمیٹی نے آپ کو ”شیخ الہند“ کا خطاب دیا، ماشاء اللہ! اس کے بعد تو یہ مبارک لقب آپ کی پہچان ہی بن گیا۔

سر سید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اُس وقت انگریزوں کی مکمل حمایت میں تھی، مگر اسی یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ہمنواؤں کی قیادت میں ایک طبقہ انگریز کی غلامی سے بیزار تھا، اس نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی اعلیٰ قیادت سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی بنیاد پر تحریک ترک موالات کی حمایت کا مطالبہ کیا، مگر فرنگی کی پروردہ یونیورسٹی کی انتظامیہ نے اس سے انکار کر دیا، یہ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ مولانا جوہر کی قیادت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس انگریز دشمن طبقہ نے انگریز کے اثرات سے پاک متوازی طور پر ”مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ“ کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے تاسیسی اجلاس کی صدارت کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی۔ آپ نے باوجود علالت و نقاہت کے یہ کہہ کر دعوت قبول فرمائی کہ ”اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسے میں ضرور شریک ہوں گا“ چنانچہ آپ علی گڑھ تشریف لے گئے اور صدارت فرمائی۔ خطبہ صدارت آپ کی طرف سے حضرت مولانا

جو بن بلائے دعوت میں شریک ہوگا تو گویا چور اس گھر میں چلا گیا اور چوری کر کے باہر آ گیا۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پڑھا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اس کے بعد علی گڑھ سے دہلی تشریف لے گئے اور ایک ماہ بعد دار فانی سے کوچ کر گئے، اِنَّا لِلّٰہ و اِنَّا اِلَیْہِ راجعون۔ واضح ہو کہ اس نئی مسلم نیشنل یونیورسٹی کے چانسلر حکیم محمد اجمل خاں رحمہ اللہ اور وائس چانسلر مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ بنائے گئے، بعد میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے اس کا نام ”جامعہ ملیہ اسلامیہ“ تجویز کیا اور پھر یہ اسی نام ہی سے معروف و مشہور ہوئی۔ اسی مناسبت سے بہت سے مقامات پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ذیل کے خطبہٴ صدارت کی نسبت ”جامعہ ملیہ اسلامیہ“ کی تاسیس کی طرف کردی گئی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں یہ نئی یونیورسٹی، علی گڑھ سے دہلی منتقل ہو گئی۔

یہ تفصیل ہم نے اس لیے ذکر کی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کا نام آتے ہی ذہن فوراً سرسید کی قائم کردہ یونیورسٹی کی جانب جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی میزبان یہی سرسید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھی، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تو سرسید یونیورسٹی کے باغیوں کی سرپرستی اور ان کی نئی یونیورسٹی کی تاسیس کے لیے گئے تھے اور یہی لوگ حضرت کے میزبان تھے۔ لیکن بہر حال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نئی مسلم نیشنل یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ جو طبقہ تھا وہ بھی اصلاً سرسید یونیورسٹی علی گڑھ ہی سے تھا، اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے جذبہٴ حریت و سیاست شرعیہ کے اعتبار سے دیوبند اور علی گڑھ میں سیاسی قبلہ کی وحدت پیدا کر دی تھی، جس کے نتیجہ میں جدید طبقہ کی ایک تعداد نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور علماء کے قرب کی وجہ سے بہت سے ”مسٹر“، ”مولانا“، بن گئے۔ تفصیل ”علمائے حق“، جلد اول اور ”نقش حیات“، جلد دوم کے آخر میں ملاحظہ کریں۔ یہ خطبہٴ صدارت ”علمائے حق“، جلد اول، صفحہ نمبر: ۳۷۱ میں ہے۔ واضح رہے کہ کتاب ”علمائے ہند کا شاندار ماضی“ کی پانچویں و چھٹی جلد ہی ”علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول و دوم“ سے معروف ہے۔ قارئین محسوس کریں گے کہ آج تقریباً صدی بعد بھی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ارشادات مخلصین کے لیے رہبر و راہنما ہیں کہ باطل کی سرکوبی اور حق کی سربلندی کے لیے اخلاص و تقویٰ کے ساتھ اجتماعیت، شجاعت و حکمت کا ہونا بھی ضروری ہے، محمد عابد غفی عنہ۔

خطبہٴ صدارت

”ہامدا و مصلیٰ: اما بعد! جلسوں کی عام روش کا اقتضایہ ہے کہ میں سب سے پہلے اس عزت و صدارت پر، جو ایک نہایت ہی سرفروشانہ ایثار و شجاعانہ جدوجہد کرنے والی جماعت کی طرف سے مجھ کو مرحمت ہوئی ہے، شکرگزاری اور منت پذیری کا اظہار کروں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ شکریہ

چند و فیع اور شاندار الفاظ سے ادا نہیں ہو سکتا اور نہ مجھ کو محض رسمی اور مصنوعی ممنونیت کی نمائش اس بھاری ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش کر سکتی ہے جو فی الحقیقت آپ نے اس عزت افزائی کے ضمن میں مجھ پر عائد کی ہے، دو چار پھڑکتے ہوئے جملے بلاشبہ عارضی طور پر مجلس کو محفوظ کر سکتے ہیں، مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میری قوم اس وقت فصاحت و بلاغت کی بھوکی نہیں ہے اور نہ اس قسم کی عارضی مسرتوں سے اس کے درد کا اصلی درمان ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے ایک قائم و دائم جوش کی، نہایت صابرانہ ثبات قدم کی، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریق عمل کی اور اپنے نفس پر پورا قابو پانے کی۔ غرض ایک پختہ کار بلند خیال اور ذی ہوش محمدی بننے کی۔

میں ہرگز آپ کے لیکچراروں اور فصیح اللسان تقریر کرنے والوں کی تحقیر نہیں کرتا ہوں، کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو چیز سوائے دلوں کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اور زمانہ کی ”ہوا“ میں اول تموج پیدا کرتی ہے وہ یہی دعوت حق کا غلغلہ ڈالنے والی زبان ہے، ہاں! اس قدر گزارش کرتا ہوں کہ تا وقتیکہ متکلم اور مخاطب کے دل میں سعی جمیلہ کا سچا جذبہ، اس کے اخلاق میں شجاعانہ استقامت و ایثار، اس کے جوارح میں قوت عمل، اس کے ارادوں میں پختگی اور جستی نہ ہو، محض گرمجوش تقریریں کسی ایسے کٹھن اور بلند پایہ مقصد میں آپ کو کامیاب نہیں کر سکتیں:

و کیف الوصول إلى سعاد و دونها قلل الجبال و دونهن حتوف

اے حضرات! آپ خوب جانتے ہیں کہ جس وادی پر خار کو آپ برہنہ پا ہو کر قطع کرنا چاہتے ہیں وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ہے، قدم قدم پر وہاں صعوبتوں کا سامنا ہے، طرح طرح کی بدنی، مالی اور جاہی کمزریاں آپ کے دامن استقلال کو الجھانا چاہتے ہیں، لیکن حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ کے قائل کو اگر آپ خدا کا سچا رسول مانتے ہیں (اور ضرور مانتے ہیں) تو یقین رکھیے! کہ جس صحرائے پر خار میں آپ گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ پر جنت کا دروازہ بہت ہی نزدیک ہے۔

کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب و آلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلا ہے اور اعلیٰ تمنائوں کا چہرہ سخت سے سخت صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیا ہے:

”أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْتِمُ
الْبَاسَاءُ وَالضَّرَاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ
أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ“ (سورۃ البقرہ: ۲۱۴)

”کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت میں جا گھسو گے اور تمہیں اس طرح کے حالات پیش نہ آئیں گے جو کہ تم سے پہلے لوگوں کو پیش آئے؟ ان کو سختیاں اور اذیتیں پہنچیں اور وہ اس قدر جھڑجھڑائے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مومنین بول اُٹھے کہ خدا کی مدد کہاں ہے؟ یا درکھو کہ خدا کی مدد نزدیک ہے۔“

لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ چلا ہوں جسے مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب قرآن مجید۔ (حضرت محمد ﷺ)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمِ الصَّابِرِينَ“
(سورۃ آل عمران: ۱۴۲)

”کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے بدون (بغیر) اس کے کہ اللہ جانچ کرے تم میں سے مجاہدین اور صابریں کی؟“

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

”أَلَمْ أَحْسِبِ النَّاسَ أَنْ يَتَرَكُوا أَنْ يَقُولُوا أَمْنَا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ“
(سورۃ العنکبوت: ۳-۱)

”کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ محض ”امنا“ کہنے پر وہ چھوڑ دیے جائیں گے؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی ہے، تو ضرور ہے کہ اللہ پر کھے گائے اور جھوٹے لوگوں کو۔“

یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی سنت مستمرہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی و تغیر گوارہ نہیں، کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستے پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان و آزمائش کی کسوٹی پر نہ کسا گیا ہو، خدا کے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر جن سے زیادہ خدا کا پیار کسی پر نہیں ہو سکتا، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے، بیشک ان کو مظفر و منصور کیا گیا، مگر کب؟! سخت ابتلاء اور زلزل شدید کے بعد، وہ خود فرماتے ہیں:

”حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ وَلَا يُرِدُ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ“
(یوسف: ۱۱۰)

پس اے فرزندانِ توحید! میں چاہتا ہوں کہ آپ انبیاء و مرسلین اور ان کے وارثوں کے راستے پر چلیں اور جوڑائی اس وقت شیطان کی ذریت اور خدائے قدوس کے لشکروں میں ہو رہی ہے اس میں ہمت نہ ہاریں اور یاد رکھیں کہ شیطان کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلعے خداوند قدیر کی امداد کے سامنے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

”الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا“
(النساء: ۷۶)

”ایماندار تو خدا کے راستے میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کے راستے میں، پس تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو، بلاشبہ شیطان کی فریب کاری محض لچر پوچ ہے۔“

میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت و نقاہت کی حالت میں (جس کو آپ خود مشاہدہ فرما رہے ہیں) آپ کی دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع ① کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔

بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے، لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا را! اُٹھو اور اس امتِ مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ، ان کے دلوں پر

تھوڑی چیز جو کفایت کر سکے اس سے بہتر ہے جو کثرت سے ہو، لیکن خلل کر دے۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

خوف و ہراس مسلط ہو جاتا ہے، خدا کا نہیں، بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب و ضرب کا، حالانکہ ان کو تو سب سے زیادہ جاننا چاہیے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اور اس کا قہر انہ انتقام ہے اور دنیا کی متاعِ قلیل خدا کی رحمتوں اور اس کے انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، چنانچہ اس قسم کے مضمون کی طرف حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے:

”أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كُتِبَ عَلَيْنَا الْقِتَالُ لَوْ لَا أَخَّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا أَلَيْسَ تَكُونُوا يَدْرِكُكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشِيدَةٍ“ (النساء: ٧٧)

”کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو یکا یک ان میں ایک فریق ڈرنے لگا آدمیوں سے، خدا کے برابر یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگا: اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا؟ اور کیوں تھوڑی مدت ہم کو اور مہلت نہ دی؟ کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لیے بہتر ہے، جس نے تقویٰ اختیار کیا اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، جہاں کہیں بھی تم ہو موت تم کو آدباے گی، اگرچہ تم نہایت مستحکم قلعوں میں ہو۔“

اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس سے میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں) مدرسوں، خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں^⑤ تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اسی طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا، کچھ بعید نہیں کہ بہت سے نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر نکتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں، لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں بظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں زیادہ علی گڑھ^⑥ میری طرف آیا ہے۔

دوش دیدم کہ ملائک در مے خانہ زدند	گلِ آدم بسرشتند و بہ پیانہ زدند
ساکنانِ حرم سرّ عفاف ملکوت	بہ امن راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند
شکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد	حوریاں رقص کنان ساغر شکرانہ زدند
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا،

چیز کو مفت (بطور ہدیہ) دے کر واپس لے لینے والا ایسا ہے جیسا اپنی تہ کو کھانے والا۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ہاں! یہ بے شک کہا گیا کہ اگر انگریز کی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اُڑائیں یا ”حکومتِ وقت“ کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا ہی اچھا ہے، اب ازراہ نوازش آپ ہی انصاف کیجیے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثر بد سے اور کیا یہ وہی بات نہیں جس کو آج مسٹر گاندھی اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ: ”ان کا لگوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھی، صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو۔“

باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری قوم کے نوجوانوں کو توفیق دی ہے کہ وہ اپنے نفع و ضرر کا موازنہ کریں اور دودھ میں جو زہر ملا ہوا ہے اس کو کسی ”بھپکے“ کے ذریعہ سے علیحدہ کر لیں، آج ہم وہی بھپکا نصب کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور آپ نے مجھ سے پہلے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ ”بھپکا“ مسلم نیشنل یونیورسٹی ہے۔

مطلق تعلیم کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت اب میری قوم کو نہ رہی، کیونکہ زمانے نے خوب بتلا دیا ہے کہ تعلیم سے ہی بلند خیالی اور تدبر اور ہوش مندی کے پودے نشوونما پاتے ہیں اور اس کی روشنی میں آدمی نجات و فلاح کے راستے پر چل سکتا ہے، ہاں! ضرورت اس کی ہے کہ وہ تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور ان کے اثر سے بالکل آزاد ہو..... کیا باعتبار عقائد و خیالات کے اور کیا باعتبار اخلاق و اعمال کے اور کیا باعتبار اوضاع و اطوار کے (ان سب میں) ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔

ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں پر غلام پیدا کرتے رہیں، بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہئیں بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا، اس سے بیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں رکھی گئی ہے تو اس دن علماء نے جمع ہو کر علم کا ماتم کیا تھا کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے گا..... تو کیا آپ ایک ایسی یونیورسٹی^۵ سے فلاح قومی کی امید رکھ سکتے ہیں جس کی امداد اور نظام میں بڑا زبردست ہاتھ ایک غیر اسلامی حکومت کا ہو۔

ہماری قوم کے سربراہان و لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امتِ اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا ہے..... بلاشبہ مسلمانوں کی درسگاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو، اگر طلبہ اپنے اصول و فروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کر دیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنے قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ پر رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے، اس لیے اعلان کیا گیا ہے کہ ایک

ایسا اشارہ بھی حرام ہے جس سے کسی کو رنج ہو۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

آزادیو نیورسٹی^① کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔

مجھے ان لیڈروں سے زیادہ ان نونہالان وطن کی ہمت بلند پر آفرین اور شاباش کہنا چاہیے، جنہوں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنی ہزاروں امیدوں پر پانی پھیر دیا اور باوجود ہر قسم کے طمع اور خوف کے وہ ”موالاتِ نصاریٰ کے ترک“ پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے اور اپنی عزیز زندگیوں کو ملت اور قوم کے نام پر وقف کر دیا۔

شاید ترک موالات کے ذکر پر آپ اس مسئلہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو جائیں اور ان عامۃ الورد و سوالات اور شبہات کے دلدل میں پھنسنے لگیں جو اس بہت ہی اہم و اعظم مسئلے کے متعلق آج کل عموماً زبان زد ہیں، اس لیے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ تھوڑا سا وقت مجھ کو اس تحریر کے سننے کے لیے عنایت فرمائیں جو میں نے بعض مسائل دریافت کیے جانے پر دیوبند سے تیار کر کے بھیجی تھی۔^②

اب میری یہ التجا ہے کہ آپ سب حضرات بارگاہِ رب العزت میں نہایت صدقِ دل سے دعا کریں کہ وہ ہماری قوم کو رسوا نہ کرے اور ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنائے اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و أصحابہ اجمعین

آپ کا خیر اندیش

محمود عفی عنہ

۱۶/صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۰ء

حواشی

①.... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ”گم شدہ متاع“ سے مراد شجاعت و جذبہ حریت اور سیاسی شعور کی بیداری تھی، دراصل آپ ”مسلمانوں میں خصوصاً صلحاء و علماء میں اعمالِ صالحہ کے ساتھ جذبہ حریت کی سرشاری بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (م، ع)

②.... اس لیے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی ”علی برادران“ کی قیادت میں تحریکِ خلافت میں جاٹاری ملاحظہ فرمائی تھی۔

③.... اس لیے کہ علی گڑھ کے ان لوگوں نے انگریز کے تسلط سے آزادیو نیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور تحریکِ ترک موالات میں حصہ لیا۔

④.... یہ اشارہ ہے سرسید یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف۔

⑤.... مراد مسلم ٹیٹل یونیورسٹی علی گڑھ ہے، جو بعد میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تبدیل ہو گئی۔

⑥.... تحریکِ ترک موالات کے متعلق حضرت اقدس شیخ الہند رحمہ اللہ کا فتویٰ نقشِ حیات صفحہ: ۶۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں، جس کی تائید بعد میں پانچ سو علماء نے فرمائی تھی۔